نوحہ

بازار میں سر زینبؑ ہاتھوں سے چھپاتی تھی
آوازِ اذاں جس دم شہزادی کو آتی تھی

ماحول شرابی تھا ہر گام تماشائی
مجمع تھا ہزاروں کا زینبؑ پہ تھی تنہائی
ہر سمت سے پتھر کی برسات برستی تھی

کہتی تھی حیا میری میں جاں سے گذر جاؤں
ٹکرا کے زمیں سے سر اللہ میں مرجاؤں
بس فکر سکینہؑ کی مرنے نہیں دیتی تھی

سر نوکِ سناں سے جب اے بھائی گرا تیرا
تر خون کے اشکوں سے عابدؑ کا ہوا چہرا
بھیّا میں ترے سر کو خاموشی سے تکتی تھی

گِن سکتا نہیں کوئی لکھ سکتا نہیں کوئی
درّوں کی اذیت کو تکلیف کو نیزوں کی
عابدؑ کو بچانے میں جو زخم میں کھاتی تھی

جس وقت کنیزی میں مانگا تھا سکینہؑ کو 249
کیا حال ہوا ہوگا اُس وقت ذرا سوچو
میں نادِ علیؑ پڑھ کر بابا کو بلاتی تھی

رونا تو اذیت میں ہر ایک کو آتا ہے
صد چاک اِسی غم سے زینبؑ کا کلیجہ ہے
میں شام کی بستی میں رونے کو ترستی تھی

دل زخمی بدن زخمی اور پاؤں میں چھالے تھے
میں کس کو صدا دیتی بھائی نہ بھتیجے تھے
ماتم بھی نہ کر پائی ہاتھوں میں تو رسی تھی

اٹھارہ برادر کی ہمشیر لعینوں میں
دربار میں جب پہنچی آنسو لیئے آنکھوں میں
اُمت میرے نانا کی واں جشن مناتی تھی

دکھ کتنے سہے میں نے کیا ذکر کروں بھیّا
پیشانی سے پیروں تک بہتا تھا لہو میرا
کل قیدی چھڑاتی تھی خود آج میں قیدی تھی

ہیں شامِ غریباں سے تا شام جو دکھ میرے
جب میں نے ذرا دیکھا زنداں کے دریچوں سے
آزاد پرندوں کو میں دیکھ کے روتی تھی

صابر کی بہن ہوں میں ہر زخم بھلا دوں گی
لیکن تری مظلومی مر کے بھی نہ بھولوں گی
بے غسل و کفن بھائی تری لاش جو دیکھی تھی

ریحانؔ سرِ مقتل کچھ سوچ کے بی بی کو
زہراؑ کی دلاری کو احمدؐ کی نواسی کو
زینبؑ کو علمداری شبیرؑ نے سونپی تھی